خطبۂ صدارت

راجستھان دینی تعلیمی کانفرنس (ٹونک)

منعقدہ ۲، ۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۸۱ھ

۱۱، ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۶۱ء

از

ابو الحسن علی ندوی

شایع کردہ

مجلس استقبالیہ راجستھان دینی تعلیمی کانفرنس ٹونک

زیر اہتمام
حفیظ نعمانی
تنویر پریس، امین آباد
لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات! مسلمانوں کی دینی تعلیم اور اُن کی نئی نسلوں کے اسلامی مستقبل کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ہم ایک ایسے مقام پر جمع ہوئے ہیں جو ہندوستان کی عظیم ترین دینی جدوجہد کے سفر اور اس کے مبارک قافلہ کی ایک منزل رہی ہے محدود تاریخ کے بیان اور شہادت کے برخلاف میں اس کو اس مقدس سفر اور اس مبارک قافلہ کی آخری منزل کہنے کے لئے تیار نہیں کہ اس سفر اور اس کے بلند نظر اور عالی ہمت قافلہ کے لئے دنیا میں آخری منزل کا وجود ہی نہیں، یہاں فیضی کے بقول قافلے بچھڑے ہوئے مسافر کچھ دیر آرام لیتے ہیں اور آگے کے سفر کی تیاری کرتے ہیں۔

گہہ گہے پس ماندگان عشق منزل می کنند

اس مبارک قافلے سے بچھڑے ہوئے مسافر یہاں مسافرانہ ہی رہے انھوں نے کبھی رختِ سفر نہیں کھولا، اور کبھی مقصد سفر کو فراموش نہیں کیا، وہ جہاں ٹھیرے

www.abulhasanalinadwi.org

وہ جگہ بھی منزل و فرودگاہ کے بجائے "قافلہ"[1] کہلائی، آج بھی اس سرزمین پر جا بجا آپ کو ان کے اس عارضی قیام کی نشانیاں اور یادگاریں ملیں گی، جو بتائیں گی کہ کبھی یہاں ایمان و یقین اور دعوت و عزیمت کا قافلہ ٹھیرا تھا۔

آگ بجھی ہوئی اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

حضرات! آج سے ایک صدی سے کچھ اوپر جب مسلمانوں کے ایمان و یقین پر مادیت اور حبِّ دنیا کا نرغہ تھا، اُن کی اسلامی تہذیب و معاشرت پر مشرکانہ تہذیب اور قدیم جاہلیت کے اثرات نمایاں ہونے شروع ہو گئے، اُن کے عقائد کفر و شرک اور ریب و شک سے متاثر و متزلزل ہونے لگے، اُن کی اسلامی غیرت اور دینی حمیت کے زوال کے شرمناک مناظر آنکھوں سے نظر آنے لگے، ہندوستان میں اُن کی قوت و جمعیت اور برائے نام سلطنت کا چراغ آخری طور پر گل ہوتا دکھائی دیا، ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد میدان انگریزوں کے لئے صاف ہو گیا، اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی بلیغ اور پُرزور زبان میں "بیگانگان بعید الوطن ملوک زمین و زمن بن گئے اور تاجرانِ متاع فروش پایۂ سلطنت کو پہونچ گئے"[2] تو اللہ کے کچھ مخلص بندے اس صورتِ حال کے خلاف جنگ کرنے کے لئے سر سے کفن

---

[1] ٹونک کا مرکزی محلہ جہاں دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ آج سے سوا سو برس پہلے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے قافلے "پسماندگان" اور اہل خاندان نے یہاں قیام اختیار کیا تھا۔

[2] سیّد صاحب کا خط راجہ ہندو راؤ وزیر کوالیار کے نام۔

باندھ کر میدان میں آ گئے، انھوں نے سارے ہندوستان میں ایمان و یقین کا صور پھونک دیا اور اپنے اخلاص و یقین سے مسلمانوں میں ایسی ایمانی کیفیات، جذبۂ قربانی و سرفروشی عالی ہمتی و بلند نظری پیدا کر دی جس نے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر دی، یہ معاشرہ کے روحانی و اخلاقی زوال اور انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور جمتے ہوئے قدموں کے خلاف ایک ایسی جانبازانہ کوشش تھی جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی، انگریزی حکومت کے مظالم کی طویل تاریخ میں تنہا اہلِ صادق پور[1] کی قربانیوں کا پلڑا پورے ہندوستان کی قربانیوں پر بھاری ہے، ان سرفروشوں کی قربانیوں اور کوششوں نے ہندوستان کے بڑھتے ہوئے اخلاقی زوال کی تیز رفتار میں سستی پیدا کر دی، بگڑتے ہوئے حالات سے کشمکش کرنے کی صلاحیت میں اضافہ اور مسلمانوں کی ایمانی و ملی زندگی کی مدّت میں توسیع کر دی اور ملّت اسلامیہ کو ایک نئی اخلاقی طاقت اور ایک نیا علمی و تعلیمی جوش عطا کیا جس کے نتیجہ میں بڑے بڑے تعلیمی و اصلاحی مرکز قائم ہوئے اور اسلام کے عقائد صحیحہ اور "کتاب و سنت" کو مسلمانوں کے تعلیمی و فکری نظام میں محور و مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی، بالاکوٹ کے شہیدوں اور ٹونک کے غازیوں کی پُرانوار قبروں سے بجا طور پر یہ صدا آتی ہو کہ

---

[1] صادق پور، عظیم آباد پٹنہ کا مشہور محلہ جہاں کے علماء و رؤسا ۱۸۶۵ء میں پورٹ بلیر انڈمان جلاوطن کئے گئے، اُن کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں اور اُن کے خاندانی قبرستان پر ہل چلا دیا گیا اور اس پر میونسپلٹی کی عمارتیں تعمیر کی گئیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

وہ جگہ بھی منزل و فرودگاہ کے بجائے "قافلہ"[1] کہلائی، آج بھی اس سرزمین پر جا بجا آپ کو ان کے اس عارضی قیام کی نشانیاں اور یادگاریں ملیں گی، جو بتائیں گی کہ کبھی یہاں ایمان و یقین اور دعوت و عزیمت کا قافلہ ٹھیرا تھا۔

آگ بجھی ہوئی اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

حضرات! آج سے ایک صدی سے کچھ اوپر جب مسلمانوں کے ایمان و یقین پر مادیت اور حبِّ دنیا کا نرغہ تھا، اُن کی اسلامی تہذیب و معاشرت پر مشرکانہ تہذیب اور قدیم جاہلیت کے اثرات نمایاں ہونے شروع ہو گئے، اُن کے عقائد کفر و شرک اور ریب و شک سے متاثر و متزلزل ہونے لگے، اُن کی اسلامی غیرت اور دینی حمیت کے زوال کے شرمناک مناظر آنکھوں سے نظر آنے لگے، ہندوستان میں اُن کی قوت و جمعیت اور برائے نام سلطنت کا چراغ آخری طور پر گل ہوتا دکھائی دیا، ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد میدان انگریزوں کے لئے صاف ہو گیا، اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی بلیغ اور پُر زور زبان میں "بیگانگان بعید الوطن ملوک زمین و زمن بن گئے اور تاجران متاع فروش پایۂ سلطنت کو پہونچ گئے"[2] تو اللہ کے کچھ مخلص بندے اس صورتِ حال کے خلاف جنگ کرنے کے لئے سر سے کفن

---

[1] ٹونک کا مرکزی محلہ جہاں دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ آج سے سوا سو برس پہلے حضرت سید احمد شہیدؒ کے قافلے کے "پسماندگان" اور اہل خاندان نے یہاں قیام اختیار کیا تھا

[2] سید صاحب کا خط راجہ ہندو راؤ وزیر گوالیار کے نام۔

باندھ کر میدان میں آگئے، انھوں نے سارے ہندوستان میں ایمان و یقین کا صور پھونک دیا اور اپنے اخلاص و یقین سے مسلمانوں میں ایسی ایمانی کیفیات، جذبۂ قربانی و سرفروشی عالی ہمتی و بلند نظری پیدا کر دی جس نے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر دی، یہ معاشرہ کے روحانی و اخلاقی زوال اور انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور جمتے ہوئے قدموں کے خلاف ایک ایسی جانبازانہ کوشش تھی جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی، انگریزی حکومت کے مظالم کی طویل تاریخ میں تنہا اہلِ صادق پور[3] کی قربانیوں کا پلڑا پورے ہندوستان کی قربانیوں پر بھاری ہے، ان سرفروشوں کی قربانیوں اور کوششوں نے ہندوستان کے بڑھتے ہوئے اخلاقی زوال کی تیز رفتار میں سستی پیدا کر دی، بگڑتے ہوئے حالات سے کشمکش کرنے کی صلاحیت میں اضافہ اور مسلمانوں کی ایمانی و ملی زندگی کی مدت میں توسیع کر دی اور ملت اسلامیہ کو ایک نئی اخلاقی طاقت اور ایک نیا علمی و تعلیمی جوش عطا کیا جس کے نتیجہ میں بڑے بڑے تعلیمی و اصلاحی مرکز قائم ہوئے اور اسلام کے عقائد صحیحہ اور "کتاب و سنت" کو مسلمانوں کے تعلیمی و فکری نظام میں محور و مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی، بالاکوٹ کے شہیدوں اور ٹونک کے غازیوں کی پُر انوار قبروں سے بجا طور پر یہ صدا آتی ہو کہ

---

[3] صادق پور، عظیم آباد پٹنہ کا مشہور محلہ جہاں کے علماء و رؤساء ۱۸۶۵ء میں پورٹ بلیر انڈمان جلا وطن کئے گئے، اُن کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں اور اُن کے خاندانی قبرستان پر ہل چلا دیا گیا اور اس پر میونسپلٹی کی عمارتیں تعمیر کی گئیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

آغشتہ ایم ہر سر خارے بخونِ دل
قانون باغبانی صحرا نوشتہ ایم

لیکن تقدیرِ الٰہی کی بے نیازیوں اور ارادۂ الٰہی کی پوشیدہ حکمتوں نے اس ملک میں "بیگانگان بعید الوطن اور تاجران متاع فروش" فرنگیوں کے حق میں ایک وسیع و مستحکم سلطنت کا فیصلہ کیا، اس غیر ملکی حکومت نے اپنے وسیع و مؤثر تعلیمی وسائل اور ان تمام ذرائع اور اثرات کی مدد سے جو ایک طاقتور منظم اور دور اندیش غیر ملکی حکومت کو حاصل ہوتے ہیں مسلمانوں کے دینی احساس ملی غیرت اور ان کے نظام تعلیم اور تہذیب کو متاثر اور کمزور کرنا شروع کیا، ان کا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم (کسی خلوص و خیر خواہی کی بنا پر نہیں، سیاسی دور بینی اور پختہ کاری کی بنا پر) اگرچہ نا مذہبی اور سکولر تھا، اور اس میں کسی مخصوص عقیدہ، کسی خاص تہذیب اور کسی خاص تاریخی دور کی حمایت اور وکالت نہ تھی، اس کے اجزا اور عناصر ترکیبی کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو شکایت کی جا سکتی تھی وہ یہ کہ وہ دینی و اخلاقی روح سے عاری اور قلب پر اثر ڈالنے اور سیرت و کردار کی تشکیل سے قاصر ہیں، وہ شکایت جو اس زمانہ کے ایک تجربہ کار اور تعلیم جدید کے رمز شناس شاعر اکبر نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

علومِ مغربی کے بحر میں غوطے لگانے سے
زباں گو صاف ہو جاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا

لیکن اس سیاسی و اجتماعی ماحول کی بنا پر جو اس نظامِ تعلیم کا سرچشمہ اور اس کا پشت پناہ تھا، زمانہ کے اس دھارے کو دیکھتے ہوئے جو اپنی پوری

طغیانی پر تھا، اساتذہ کی دینی و اخلاقی حالت اور ان کی سیرت و شخصیت کے پیشِ نظر جو اس نظام و نصاب کے ذمہ دار تھے، اہلِ نظر و اصحاب فراست نے ایک وسیع و عمیق ذہنی و اخلاقی انقلاب اور دلوں کی دنیا بدل جانے کی پیشین گوئی کی اور اُن کے ترجمانِ اکبر نے شاعرانہ سے زیادہ عارفانہ یقین و اعتماد سے کہا:۔

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

یہاں تک کہ جب اس ذہنی انقلاب کے اثرات وسیع اور ہمہ گیر ہونے لگے اور مسلمانوں کی ایک ایسی نسل وجود میں آنے لگی جس کی تصویر دوسرے ترجمان حقیقت (اقبال) نے اس طرح کھینچی ہے:۔

نوجواناں تشنہ لب خالی ایاغ — شستہ رو تاریک جاں روشن دماغ
کم نگاہ و بے یقین و نا اُمید — چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید
ناکساں منکر ز خود و مومن بغیر — خشت بند از خاک شاں معمار دیر

تو مسلمانوں کے اہلِ نگاہ نے جن کا ان تعلیمی مرکزوں سے قریبی تعلق تھا اس نظامِ تعلیم کو مسلمانوں کے حق میں "روحانی نسل کشی" سے تعبیر کیا اور اکبر نے اپنے مشہور شعر میں جو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، اس کو اس طرح ادا کیا:۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

تعلیم کا یہ درخت اپنے قدرتی برگ و بار لایا، مسلمانوں میں شکوک و شبہات، اخلاقی انحطاط، موقع پرستی اور زمانہ سازی، بے یقینی، نا اُمیدی، اپنی تہذیب اور تاریخ سے ناواقفیت، یورپ کی مادی ترقی سے مرعوبیت اور اس کی سیادت و

www.abulhasanalinadwi.org

قیادت پر اعتماد پیدا ہوا، لیکن اس نظام تعلیم کی مخصوص ساخت کی بنا پر ان کے اندر مشرکانہ خیالات، توہم پرستی، عجائب پسندی اور اسلاف دشمنی نہیں پیدا ہوئی، بلکہ اس کے برخلاف اُن کے اندر اپنی پرانی تاریخ کا کھوج لگانے، اسلامی تہذیب پر مخالفین کے الزامات کا جواب دینے اور اپنے اسلاف کی عظمت رفتہ کی داستان سننے اور سنانے کا جذبہ پیدا ہوا، اسی تقاضے اور اندرونی جذبہ کی تسکین کے لئے مولانا شبلی مرحوم نے "نامورانِ اسلام" کا سلسلۂ تصنیف شروع کیا، اسی جذبہ کے ماتحت الجزیۃ فی الاسلام، اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر اور کتب خانہ اسکندریہ جیسی کتابیں تصنیف ہوئیں اور سید امیر علی نے تاریخ عرب (HISTORY OF THE SARACENS) لکھی، سر سید احمد خاں کی تصنیفات اور مولوی چراغ علی کی کتابیں اپنی علمی و دینی کمزوریوں کے باوجود اسی جذبہ کا نتیجہ اور اسی طلب و جستجو کا جواب ہیں۔

انگریزی تعلیم نے اعتقادی اور عملی زندگی کو کتنا ہی متاثر کیا ہو، اس نے کم سے کم مسلمانوں کی قومی حمیت کی بیخ کنی نہیں کی، یا اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئی، اور مسلمانوں کی اس تعلیم یافتہ نسل کا اس کے اسلاف اور اس کے تاریخی ماضی سے رشتہ بالکل منقطع نہیں ہونے پایا، نہ مذہبی اسلاف کا تبادلہ ملکی اسلاف اور "ہندوستانی پُروَج" سے ہوا، یہاں اس مجرمانہ نظام تعلیم کی حمایت قطعاً مقصود نہیں جو انگریزی حکومت نے رائج کیا لیکن اس کے دائرہ اثر کی وسعت و تنگی اور اس کے اثرات و نتائج کی صحیح تشخیص مقصود ہے۔

اخلاقی، آئینی، مذہبی و سیاسی کسی حیثیت سے انگریزی حکومت کے اس

ملک میں باقی رہنے کا جواز نہ تھا، اور خواہ وہ اور اس کا نظام تعلیم و تربیت مذہبی امور میں کتنا ہی غیر جانبدار اور روادار ہو اس کی موجودگی میں مذہبی جذبات کی تسکین اور قومی امنگوں کی تکمیل کا کوئی امکان نہ تھا، یہ نظام تعلیم کیسے ہی احتیاط سے بنایا گیا ہو، اس میں ان لوگوں کی آزادانہ رائے اور خواہشات اور اُن کی ضروریات اور جذبات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا تھا جن کے بچوں کو تعلیم دینا مقصود تھا، یہ ایک مصنوعی اور غیر فطری صورت حال تھی جس کو جلد تبدیل ہونا تھا، جو قوم اپنے بچوں کو اپنے عقیدہ اور مسلک زندگی کے مطابق نہ ڈھال سکے، اور اپنے ماضی اور حال و مستقبل میں ربط و تسلسل نہ پیدا کر سکے، وہ ساری آزادیوں اور خوشحالیوں کے باوجود مفلوج و مقید ہے۔

ہندوستان کے ضمیر نے متفقہ طور پر اس صورتِ حال کے خلاف بغاوت کی اور اس کا مطالبہ کیا کہ اس کو اپنے عقیدہ، اور خواہش کے مطابق اپنے مستقبل کی تشکیل اور اپنی آئندہ نسل کی تربیت کی آزادی ملنی چاہیئے اور ایک آزاد ملک میں آزادی کے ساتھ اس کو اپنا ذہنی و دینی ورثہ اپنے صحیح وارثوں تک منتقل کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے، انسان چوپایہ اور بے زبان جانور کی طرح اپنے بچوں کے بقائے جسمانی اور غذا کی فراہمی پر قناعت نہیں کر سکتا، وہ اپنے بچوں کو اپنا جیسا بلکہ اپنے سے بہتر دیکھنا چاہتا ہے اور اسی خواہش اور کوشش میں انسانی نسلوں کی ترقی اور تہذیب و تمدن کی وسعت کا راز پوشیدہ ہے۔

اس ملک کے ہندو مسلمان اور تمام فرقے اس فطری احساس میں شریک تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

ہر فرقہ کا حق تھا کہ وہ اپنے بچوں اور آئندہ نسل کو اپنے اپنے عقیدہ اور ان تصوّرات اور اقدارِ حیات کے مطابق ڈھالے جن پر وہ اعتقاد رکھتا ہے اور جو اس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں، یہی آزادی کی صحیح قیمت اور کسی ملک کے آزاد ہونے کا حقیقی نفع ہے، انھیں بلند مقاصد کے ماتحت آزادی کی لڑائی لڑی گئی، اور ہر فرقہ نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں، کم سے کم مسلمانوں کے لئے (جن کا اصل مزاج مذہبی ہے اور جو مسلک زندگی کو زندگی پر بھی ترجیح دینے میں تاریخ میں ممتاز رہے ہیں) یہی سب سے بڑا محرک تھا اس آزادی اور موقع کے حصول کے بغیر اُن کے لئے جنگ آزادی کوئی بڑی کشش اور معنویت نہیں رکھتی تھی۔

یہ جنگ بالآخر کامیاب ہوئی اور ملک آزاد ہوا، اور وہ وقت آیا کہ ایک ایسا نظام و نصابِ تعلیم مرتب و نافذ کیا جائے جس میں ملک کے ہر فرقہ کے بنیادی عقائد و مسلمات اور مذہبی احساسات و جذبات کی رعایت کی جائے اور اس کو اپنی اجتماعی اُمنگوں کی تکمیل کا موقع دیا جائے یا کم سے کم ان سے تصادم اور ان کی بیخ کنی نہ ہو، یہ اس لئے بھی ضروری اور قدرتی تھا کہ ملک نے اپنے لئے پورے غور و فکر کے بعد نا مذہبی اور سکولر آئین اور ڈھانچہ اختیار کیا تھا، اور نظامِ تعلیم (جو سیرت و کردار اور مستقبل کی تشکیل کرتا ہے) کسی ملک کے طرزِ حکومت کو معین کرنے اور اُس کو باقی رکھنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے۔

لیکن انگریزی حکومت کی صد سالہ مدت میں اس کی ان دور رس کوششوں کے ذریعہ جو مذہبی منافرت پیدا کرنے کے لئے کی گئیں اور اس خود ساختہ تاریخ

کے ذریعے جو انگریز مصنّفین نے مرتب کی اس ملک میں ایک ایسا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ پیدا ہو گیا، جو سخت تنگ نظر، متعصب اور رجعت پسند ہے، جو اس ملک میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت اور زبان کی ترویج کے خواب دیکھتا ہے اور مسلمانوں سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو (خواہ وہ ہندوستان کے لئے کتنا ہی سرمایۂ فخر اور سرچشمۂ حیات ہو) نفرت و تحقیر اور غیریت و اجنبیت کی نظر سے دیکھتا ہے، سچی حب الوطنی، پُرخلوص قوم پرستی اور ہندوستان کی حقیقی محبت اور اس کی ترقی کی خواہش سے وہ طبقہ محروم ہے، یہی وہ طبقہ ہے جس کے ذریعہ انگریز اس ملک میں حکومت کرتے تھے، اسی کے ہاتھ میں ملک کا نظم و نسق اور تعلیم کا نظام اور انتظام تھا اور قدرتی طور پر سیاسی انقلاب اور حکومت کی تبدیلی کے بعد یہی حکومت کی مشنری چلانے والا بن گیا، عمّالِ حکومت کی بڑی تعداد بدقسمتی سے وہی ہے جس نے انگریزی حکومت کے تعصب پرور ماحول اور مکدر فضا میں پرورش پائی ہے، اور آج حکومت کے منصوبوں کا چلانے والا یہی طبقہ ہے۔

اسی طرح جب آزادی کی جنگ کا صور پھونکا گیا اور ہندوستان کا مستقبل ایسے لوگوں کے ہاتھ میں نظر آنے لگا جو آزادی کی امتحان گاہ سے گزر کر آئیں گے اور قوم پرستی اور انگریز دشمنی کے جوش میں اچھی صلاحیت رکھنے والے اکثر افراد جنگ آزادی کے جھنڈے کے نیچے آگئے تو مخلص قوم پرستوں کے ساتھ بہت سے ایسے افراد بھی نیشنلسٹ کیمپ میں داخل ہو گئے جو ایک طرف ہندوستان کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے، مگر اس آزادی اور اس کی نعمتوں کی تقسیم میں اور ہندوستان کے آئندہ نقشہ کے بنانے

www.abulhasanalinadwi.org

میں ان کا دماغ صاف اور ان کا دل فیاض نہ تھا، جو حقائق سے زیادہ جذ
سے متاثر تھے، اور جدید ہندوستان اور اس کے تقاضوں سے زیادہ پراچین
ہندوستان اور اس کی یادوں سے مربوط تھے، مصروف و مسلسل جنگ آزادی
نے ان کی اصل ذہنیتوں اور نیتوں کے ظاہر ہونے کا موقع نہ دیا اور ہندوستا
کے متحدہ قومی محاذ کی مصلحتوں نے ان کے احتساب اور جائزہ کی اجازت
نہ دی، یہاں تک کہ وہ ذمہ داریوں کی ان کرسیوں پر بھی فائز ہوگئے جو صرف
سچے محب وطن اور خالص قوم پرست اور ترقی پسند اشخاص کے لئے مخصوص ہو
چاہئے تھیں، حکومت کے حلقوں اور تعلیم و تعمیر کے شعبوں میں یہ طبقہ ایسا دخیل
ہو گیا کہ اس کو بعض اوقات وہ ذمہ داریاں بھی سپرد کر دی گئیں جن کی روح
اور حقیقی مقاصد سے اس کو پورا بُعد اور عدم مناسبت تھی، حد یہ ہے کہ قومی
یک جہتی اور جذباتی ہم آہنگی کے جیسے نازک کاموں کے لئے بعض ایسے اشخاص
کا انتخاب عمل میں آیا، جنھوں نے ہمیشہ اس قومی یک جہتی کو نقصان پہونچایا تھا، او
دانستہ یا نادانستہ جذباتی ہم آہنگی میں رخنہ ڈالا تھا، اور جو فرقوں کو باہم قریب
لانے سے زیادہ ایک دوسرے سے بعید کرنے میں معاون و مفید ہو سکتے ہیں۔

حضرات! داستان طویل ہو گئی لیکن عرض یہ کرنا تھا کہ ملک کی بڑی بدقسمتی اور
ملک کے مختلف فرقوں کے لئے بڑی آزمائش کی بات ہے کہ تعلیم کا نصاب و نظام
کا نازک اور مقدس کام ان لوگوں کے سپرد کیا گیا جو ایک فرقہ (اکثریت) اور
اکثریت میں سے بھی ایک طبقہ (آرین و برہمن) کے عقائد، مذہبی روایات،
دینی شخصیتوں اور ان کے تقدس و تصرف کے واقعات سے نصابی کتابوں کو

پُر کر دینے کے جذبہ سے مغلوب تھے، جنھوں نے مسلمانوں کے دور، انکی عظیم شخصیتوں
ان کے تعمیری و انتظامی کارناموں کو یا تو نظر انداز کیا یا اس دور میں سے ان واقعات
اور اشخاص کو انتخاب کیا جو اپنے مذہب اور تاریخ سے واقفیت اور محبت رکھنے والے
مسلمانوں کے نزدیک معیاری و مستند نہیں، پھر ان کے پیش کرنے کا انداز بھی
مورخانہ یا عالمانہ نہیں، عامیانہ و متعصبانہ ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی آئندہ نسل و
دماغ میں ان تصورات و عقائد کی تخم ریزی کی جا رہی ہے جن کو قبول کرنے یا
صحیح سمجھنے کے بعد کوئی مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا، اسلام میں کسی انسان کو
مافوق البشر، غیر جسمانی، غیر محدود طاقت اور غیر محدود علم رکھنے والی ہستی،
کائنات میں متصرف، سب کچھ کر سکنے والی، مختلف روپوں اور مظاہر میں ظاہر
ہونے والی ذات تسلیم نہیں کیا جا سکتا اس میں توحید و رسالت کے عقیدہ کو
بنیادی اہمیت حاصل ہے اور ان کی صرف وہی تشریح معتبر ہے جو خدا کے پیغمبروں
نے کی اور ابراہیمی سلسلہ میں چلی آرہی ہے۔

اسی کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ اور اسلام کا تعارف اس طرح کرایا جارہا
ہے کہ اب نئی مسلمان نسل میں اس قومی حمیت کی بھی امید نہیں جس کے نمونے ہم نے
پچھلی انگریزی تعلیم یافتہ نسل میں دیکھے تھے اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ تحریک خلافت کی
قیادت اسی جدید طبقہ کے افراد اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ہاتھ میں تھی۔

ہم کو ہندوستان کی قدیم شخصیتوں کے تاریخی تعارف اور ان کے انسانی کمالات
کے بیان کرنے اور ان کا ہندوستان کی نئی نسل سے تعارف کرانے پر اعتراض نہیں،
لیکن اس سلسلہ میں ہم دو چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں، ایک تو یہ کہ ان شخصیتوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

تعارف و انتخاب میں تنگ نظری سے کام نہ لیا جائے اور مسلمان شخصیتوں کو (جن کے حالات و کمالات تاریخ کی روشنی میں ہیں) اُن کا صحیح مقام اور حصہ دیا جائے اور ان کے انتخاب میں محض اُن کی دینی کمزوری اور رواداری کو بنیاد نہ بنایا جائے کہ ان کی انسانی بلندی، ان کی علمی خدمات اور ان کے تقدس اور معنوی کمالات کو معیار قرار دیا جائے، دوسرے یہ کہ ہر اس چیز کو نصاب تعلیم سے خارج کیا جائے جو کسی دوسرے فرقہ کے لئے ناقابل قبول ہو اور اس سے اسکے عقیدہ اور اس کی اپنے مذہب سے وفاداری اور وابستگی اور اپنے ماضی و اسلاف سے ربط پر زد پڑتی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دبے ہوئے جارحانہ مذہبی و تہذیبی جذبات و افکار سے آزاد ہو کر یہ کام ماہرین تعلیم کے سپرد کیا جائے تو ہندوستان کی تاریخ میں ہماری مشترکہ تہذیب اور مذاہب کی اخلاقی تعلیم میں اتنا سامان موجود ہے کہ اس سکولر ملک کے لئے بہت آسانی کے ساتھ ایسا نصاب تیار کیا جا سکتا ہے جو اپنی علمی و فنی خوبیوں کے ساتھ موثر و دل آویز ہو اور جس میں سیرت و کردار کی تشکیل کی صلاحیت بھی ہو، اور جو ایک ایسی ہندوستانی نسل کے پیدا کرنے اور پروان چڑھانے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہو، جو ایک دوسرے سے مل کر رہنے، ایک دوسرے سے محبت کرنے، بدلتے ہوئے زمانہ کا ساتھ دینے اور اپنے ماضی و حال میں ربط پیدا کرنے اور اپنے تہذیبی سرمایہ میں سے صالح و نافع چیز کے انتخاب کرنے کی لیاقت و قابلیت رکھتی ہو اور کسی بیجا چیز پر ضد کرنے، کسی ناممکن چیز پر وقت ضائع کرنے، دوسروں کو حقارت و نفرت کی نظر سے دیکھنے، تنگ و محدود نسل پرستی اور مردم آزاری و آدم بیزاری کے عیب سے پاک ہو، جو انسان سے بحیثیت انسان

کے محبت اور اس کی عزت کرنا جانتی ہو اور اس کی زندگی کو ہر مقدس جانور، ہر مقدس درخت اور ہر مقدس دریا سے زیادہ عزیز اور مقدم سمجھتی ہو، جو کسی حقیر مقصد کے لئے انسان کا خون بہانا اور اس کا گھر پھونکنا "مہا پاپ" جانتی ہو، ہم کو اگر اپنا ملک اور اس کا مستقبل عزیز ہے تو ایک لمحہ کے لئے ایسی مبارک نسل کے پیدا کرنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے اور اس کے لئے ایسا نصاب تعلیم بنانے کے لئے وہ تمام وسائل اختیار کرنے چاہئیں جو ہماری دسترس میں ہیں، یہ نسل ہندوستان کے لئے بھی عزت و قوت کا سرچشمہ ہوگی اور دنیا کے لئے بھی فرشتہ رحمت ثابت ہوگی، دنیا کی نگاہیں ایسی ہی نسل اور "مردان کار" پر لگی ہوئی ہیں۔

حضرات! اس غلط و ناقص نصاب تعلیم کی اصلاح کا مطالبہ اور اس کے لئے ہر طرح کی جد و جہد ہمارا آئینی حق اور وطنی و قومی فرض ہے، اگر ہم اس کو جرأت و استقامت کے ساتھ انجام دیں گے تو ہم اس ملک کے ساتھ حقیقی وفاداری اور صحیح حب الوطنی کا ثبوت دیں گے، اس نصاب اور اس کے غلط اندیش و کوتاہ نظر مرتبین نے ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت کو جو صلاحیتوں سے معمور ہے ایک ذہنی انتشار و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے جو اس ملک کی قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی کے لئے سخت مضر اور ہندوستان کی مجموعی ترقی و خوشحالی میں حارج ہے اس لئے اسکی اصلاح اور اس نقص کا ازالہ وہ سب سے بڑی خدمت ہے جو کوئی ہندوستانی انجام دے سکتا ہے مذہبی طور پر یہ آپ کا فریضہ ہے اور اس میں کوتاہی یا اس سے روگردانی مذہبی گناہ اور اسلام سے دشمنی ہے۔

لیکن اس کام کو جاری رکھتے ہوئے آپ کو وہ کام بھی کرنا ہے جس میں کسی حکومت

www.abulhasanalmadwi.org

کے کسی اقدام یا کارروائی کے انتظار کی ضرورت نہیں، آپ کو اپنی نسل کے دینی تحفظ اور اسلام سے اسکے ربط و تعلق کا انتظام کرنا ہے، اور یہ ذمہ داری، غذا، لباس، دوا علاج، تعلیم اور معاش سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے، آپ کو ہر حال میں ان کی اس ضروری دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا ہے جس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے، یہی آیت قرآنی یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا کا مفہوم اور تفسیر ہے اور یہی حدیث کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ کے حکم کی تعمیل ہے، اس کے لئے آزاد مکاتب، صباحی و شبینہ مدارس، دینی مجالس، گھر کی تلقین و نگرانی، ماحول کی اصلاح، صحیح اور مفید کتابوں کی اشاعت اور ایسے بہت سے ذرائع ہو سکتے ہیں، خصوصاً مدارس و مکاتب کا قیام اس وقت اتنا ضروری ہو گیا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت نئی نسل کو اسلام کے بقاء و تحفظ کے لئے کوئی اور تدبیر اتنی موثر ہو سکتی ہے، اس سب کے لئے آپ کے قومی فیصلہ اور اجتماعی عزم کی ضرورت ہے آپ کے اس عقیدہ اور یقین کی ضرورت ہے کہ بچہ کا دنیا سے چلا جانا اور والدین کا اولاد سے محروم ہونا اس سے بہتر ہے کہ بچہ غیر اسلامی زندگی اور جہنم کا راستہ اختیار کرے اسی یقین و عقیدہ نے مسلمانوں کی نسلوں کی اسلامیت کی حفاظت کی اور ماؤں نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بلا شرط استادوں اور اُن کی سزاؤں کے حوالہ کیا، اور بارہا اُن کو اپنے سے جُدا کر کے پردیس اور سفر کی صعوبتوں اور زندگی کی مشقتوں میں ڈالا، اسی عقیدہ نے دردمند عرب خاتون خنساء کو (جس کے سینہ میں ساری عمر بھائیوں کا داغ تازہ رہا) اپنے لاڈلے بیٹوں کو اسلام کی حمایت کے لئے کفن بردوش رخصت کرنے اور ان کی شہادت پر شکر کرنے پر آمادہ کیا، قلت وسائل کا بہانہ، مشکلات کا عذر،

نقصانات کا شکوہ، اور کچھ کھونے کا خوف ان مریض قوموں اور ضعیف دلوں کی بیماری ہے، جنھوں نے آخرت کے عقیدہ اور اللہ کے انعام و ثواب اور ایمان بالغیب کو اپنے دلوں کی گہرائی میں جگہ نہیں دی، جس کے نزدیک آخرت کی زندگی حقیقی اور ابدی زندگی ہے، اس کے نزدیک اس کی ہلاکت بھی ابدی ہے اور اس کی سعادت بھی ابدی اور حقیقی کامیابی ہے، فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

حضرات! آپ سلسلۂ ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں، اس خاندان کا شیوہ اور شعار یہ رہا ہے کہ دنیا سے جانے سے پہلے اپنی نسل کے بقائے ایمان اور تعلق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کر لی جائے اور دنیا سے جانے سے پہلے اولاد سے یہی عہد لے لیا جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر رہنا ہے، اور جب جانا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے جانا ہے۔

ووصّیٰ بھا ابراھیم بنیہ ویعقوب	اور یہی وصیت کر گئے ابراہیم اپنے بیٹوں کو
یا بنیّ ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین	اور یعقوب، اے بیٹو! اللہ نے چن کر دیا ہے
فلا تموتن الا وانتم مسلمون	تم کو دین، پس نہ مرنا مگر مسلمان !

نہ صرف یہ عہد و پیمان ضروری ہے، بلکہ اس کے لئے وسائل کا مہیا کرنا، اس کو ممکن و آسان بنانے کی تدبیریں اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کر لینا بھی ضروری ہے، اسی لئے حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کا امتحان لیا اور اپنا پڑھایا ہوا سبق سنا

ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب	کیا تم حاضر تھے جس وقت ابراہیم کا اخیر وقت آیا
الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون	جب کہا انھوں نے اپنے بیٹوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

من بعدی، قالوا نعبد الٰهك	تم کسکی عبادت کروگے میرے بعد؟ بولے ہم بندگی
والٰه آبائك ابراهیم واسمٰعیل	کرینگے تیرے رب اور تیرے باپ دادوں
واسحٰق الٰهاً واحداً ونحن له	ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق کے رب کی، اسی
مسلمون۔	ایک رب کی، اور ہم اس کے حکم پر
(البقرہ)	ہیں۔

دراصل ان مکاتب کا قیام، گھروں کی تعلیم و تربیت اور ان خرابیوں کی اصلاح جو ہماری نسل کے دینی مستقبل کے لئے خطرہ ہیں، اس اطمینان و امتحان کا مرادف ہیں، یقیناً حضرت ابراہیم نے تعلیم و تربیت کی پوری کوشش کے بغیر اولاد کو اسلام پر جینے اور مرنے کی وصیت نہیں فرمائی ہو گی۔ اور یقیناً حضرت یعقوب نے اپنی تفہیم و تعلیم اور نگرانی کے بغیر اپنے بچوں کا یہ امتحان نہیں لیا ہوگا جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے، یہی عہد و پیمان اور یہی انتظام و اطمینان اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد اور اس کا پیغام ہے، جس کو لے کر آپ یہاں سے واپس جائیے اور اسکی تکمیل میں تن من دھن سے لگ جائیے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

www.abulhasanalinadwi.org